سوال

(04) دریائے نیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے پرزہ یا بطاقہ ڈالنے کا واقعہ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

دریائے نیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے پرزہ یا بطاقہ ڈالنے کا واقعہ

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

دریائے نیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے پرزہ یا بطاقہ ڈالنے کا واقعہ خطط المقریزی 1 58 اور النجوم الزہرة 1 35 اور تاریخ الخلفاء ص :49 میں بھی بحوالہ کتاب العظمة لابی الشیخ مذکور ہے ۔ اس کے سند میں مجہول اور ضعیف رواۃ موجود ہیں اس بنا پر یہ روایت قطعاً ناقابل اعتبار ہے ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منبر پر خطبہ جمعہ کی حالت میں ''یا ساریۃ الجبل ،، والا واقعہ تہذیب الاسماء واللغات للنووی 2 10 اور اسد الغابۃ 4 25 اور تاریخ الخلفاء ص :49 میں بحوالہ بیہقی ، ابو نعیم فی دلائل النبوۃ ، واللالکائی فی شرح السنۃ ، والدیر عاقولی فی فوائدہ ، وابن الاعرابی کرامات الاولیاء ، والخطیب فی رواۃ مالک وابن مردویہ ، سنداً مذکور ہے ۔ نیز حافظ نے اصابہ میں اس قصہ کو مختصراً لکھنے کے بعد کہا ہے کہ ''اسنادہ حسن ،، اس لیے اس واقعہ کو ناقابل اعتبار بتانا صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کسی شخص کو پرزہ پر ''بسم اللہ الرحمن الرحیم ،، لکھ کر ٹوپی میں لگانے کا حکم یا مشورہ دینے کا واقعہ نظر سے نہیں گذرا واللہ اعلم بحال سندہ ۔

محمد بن اسحق اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے بارے میں آپ کو جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس سے زیادہ اب کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ مصنف رسالہ کی طرف سے ان دونو ں پر نیز خارجہ بن الصلب پر ذکر کی گئی جرحوں اور فیصلہ کو دیکھ کر بار بار افسوس ہوتا ہے ۔ اب اس سلسلہ میں عاجز کو کچھ نہ لکھا جائے ۔

آیت : اَلَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبٰوا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ... البقرة ... ٢٧٥ سے میں نے جنوں کے کسی پر سوار ہونے اور تکلیف پہنچانے کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی ہے ۔ بلکہ جو لوگ اس کے قائل ہیں ان کے مستدل کو ذکر کر دیا ہے ، ساتھ ہی یہ لکھ دیا ہے کہ جو لوگ اس کے قائل نہیں ہیں (معتزلہ نیچرلہ وغیرہ) وہ اس کی جو تاویل و توجیہ کرتے ہیں ، غالباً مصنف رسالہ بھی وہی سب کچھ کرتے ہوں گے ۔ مفسرین نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ساری چیزیں میرے سامنے تھیں ، مفسرین کی توجیہات وتاویلات پر جس کو اطمینان ہو اس کو اختیار ہے جو چاہے اپنا مسلک اور عقیدہ بنائے ۔

حضرت الوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور واقعہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور واقعہ ۔ ان دونوں میں ایک شخص جو سلیم ولدیغ تھا اور ایک

ہی جماعت صحابہ اورلدیغ پررقیہ (دم) کرنے والے صحابی کا ذکر ہے اور یہ دوقصے نہیں ہیں ۔ البتہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ،، کا جملہ نہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں موجود ہے ۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس جملہ کے مذکور نہ ہونے کا نفس واقعہ اوراس جملہ کے محفوظ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا ۔ البتہ خارجہ بن الصلت عن عمہ کی حدیث میں دوسرا واقعہ مذکور ہے جس میں بصراحت یہ موجود ہے کہ جس پر دم کیا گیا تھا وہ مجنون اور مخبول العقل تھا ۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے ،کہ اس کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ۔ دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط کرنا غلط بات ہے ۔ اجرت علی الرقیہ کے عدم جواز یا منع پر کوئی روایت موجود نہیں ہے ۔ بلکہ اس کی مثبت تین صریح صحیح اور معتبر احادیث موجود ہیں ۔ ان کے ہوتے ہوئے اس کے جواز کا انکار کرنا اوران کی دوراز کار تاویلیں کرنا ، بڑی جرات اور بعید از انصاف بات ہے ۔ اسی لیے میں اس کا قائل ہوں ، کہ اگر کوئی بوقت ضرورت یا بلاضرورت اتفاقی طور پر جائز رقیہ کی شرط کرکے اجرت لے لے تو جائز ہے ، البتہ اس کو کسب معاش کا ذریعہ بنانا اوراس کا کاروبار اور بیوپار کرنا ٹھیک نہیں ہے ۔

رہ گیا تعلیم قرآن پر اجرت لینا اگرچہ ''ان احق ما اخذتم علیہ اجرا ، الخ کہ عموم واطلاق سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے ، اوراس کی ناسخ یا اس کے درجہ کی کوئی معارض حدیث موجود نہیں ، بلکہ سب کی سب اس سے بہت کم درجہ کی ہیں جنہیں آپ نے اپنے خط میں نقل بھی کردیا ہے ۔ ان کی بنا پر خود یہ حقیر و ناکارہ تعلیم قرآن پر یا تراویح میں قرآن سنانے پر شرط کرکے یا بغیر شرط کے اجرت اور معاوضہ لینے کو سخت ناپسند کرتا ہے ۔ البتہ اگر معلم قرآن کے ذمہ دوسرے فن کی تعلیم کا کام بھی ہو تو یہ کراہت بہت ہلکی یا ختم ہو سکتی ہے ۔

عبیداللہ رحمانی مبارکپوری 13 5ں1979ء (مکاتیب شیخ رحمانی بنام مولانا امین اثری ص : 112 113 114)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر1

صفحہ نمبر33

محدث فتویٰ